دفتری زبان
اور
نصابِ تعلیم

ڈاکٹر سید عبداللہ

مقتدرہ قومی زبان ۔ اسلام آباد

۱۹۸۵ء

دفتری زبان
اور
نصابِ تعلیم

طبع : اوّل

اشاعت : ۱۹۸۵ء

مطبع : پیپ بورڈ پرنٹرز لمیٹڈ ۲۰۰ پشاور روڈ راولپنڈی

ناشر : مقتدرہ قومی زبان
مکان نمبر ۱ گلی نمبر ۳۲
ایف ۸/۱ ، اسلام آباد

دفتری زبان اور نصابِ تعلیم

ڈاکٹر سید عبداللہ

مقتدرہ قومی زبان ○ اسلام آباد

۱۹۸۵ء

دفتری زبان کا

نصاب تعلیم سے تعلق

بظاہر تعلیم کا مسئلہ دفتری زبان کے مسئلے سے جدا ہے لیکن غور کیا جائے تو ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اشارہ نگاری محض "ہاں YES اور نہیں NO تک محدود نہیں اس میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے اور کیفیت نگاری تو خاصی بلاغت کی طلب گار ہے۔ ظاہر ہے کہ دفتروں کی سبھی تحریرات کا مقصد کسی نہ کسی مدعا کا اظہار یا ابلاغ ہوتا ہے۔ اور کامیاب اظہار یا ابلاغ کے لیے زبان کے اسالیب پر اور ان مطالب پر جن کا تعلق نظم و نسق کے اداروں، دفتروں اور عدالتوں سے ہے، کامل قدرت لازمی ہے اور یہ کامل قدرت ابتدا میں درسی نصابات کے ذریعے اور بعد میں مسلسل مشق اور مطالعہ و تجربہ سے حاصل ہوتی ہے۔

مغلوں کے زمانے میں (بلکہ سارے ادوار اسلامی میں) دفتری زبان کے درس، مطالعہ اور تربیت کا مؤثر انتظام موجود رہا اور دفتری فنون (انشا اور خوش خطی) کے علاوہ خصوصی علمی استعداد اس کے لوازم میں سے تھی، جو خصوصی نصابِ تعلیم کی متقاضی تھی کیونکہ اچھا منشی صرف نگارندہ ہی نہ ہوتا تھا، بلکہ مشیر اور دبیر بھی ہوتا تھا، عروضی سمرقندی کا چہار مقالہ ایک انشا نگار کے لوازم استعداد پر مشتمل ہے اور اسی پر کیا موقوف ہے عربی اور فارسی

ترکی زبان میں اس موضوع پر اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھی گئیں جن میں بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض مشرق و مغرب کے کتاب خانوں میں قلمی محفوظ ہیں بلکہ سچ پوچھیے تو یہی فن بالآخر ہمہ معلوماتی کتابوں کا محرک ہوا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے مصر میں ایک فاضل القلقشندی نے صبح الاعشیٰ کے نام سے ایک دائرہ معارف منشیوں کے فائدے کے لیے لکھا جو اب ۱۴ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح کی بے شمار اور کتابیں ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

برصغیر میں انگریزوں کے زمانے میں پہلے فارسی کو پھر انگریزی کو دفتری اہمیت حاصل ہوئی۔ پھر جب انگریزی مستقل طور پر دفتری زبان قرار پائی تو انگریزی نظام تعلیم میں انگریزی کی مہارت پر خاص زور دیا جاتا رہا بلکہ اب تک پاکستان میں بھی تعلیم میں انگریزی مہارت ہی نصب العین ہے۔ چنانچہ خود دفتروں کے متوسط اور اعلیٰ کاڈر (درجوں) میں اسکا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی بہت مضبوط ہو۔

اس تمہید سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ دفتر اور نصاب تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جب تک انگریزی دفتری زبان رہے گی، انگریزی کی مہارت کے لیے انگریزی نصابات کو مہارت کا وسیلہ بنایا جاتا رہے گا لیکن اگر اردو کو مکمل دفتری زبان بنانا ہے (اور اسے محض چنگی کی رسید تک محدود نہیں رکھنا ہے) تو شروع سے آخر تک اردو کے نصابات کی تشکیل اس طرح کرنی ہوگی کہ علوم عامہ کے علاوہ اور جذباتی، جمالیاتی زندگی کے سب لطیف سے لطیف پہلوؤں کی عکاسی کے لیے زبان و ادب کے مؤثر نصاب مقرر کرنے پڑیں گے۔ (جو ایک ریاست کے نظم و نسق اور مالیات و ترقیات و دفاع وغیرہ سے متعلق ہوتے ہیں) نیز ان کے اظہار و ابلاغ پر قدرت کے لیے معاشرتی علوم کی جملہ مفید شاخوں سے مفید کتابیں پڑھانی پڑیں گی۔ مقصد یہ ہے کہ مدعا نگار اس قابل ہو کر ایجاز و اختصار کے ساتھ موزوں اور بامعنی الفاظ اور عبارتوں کے وسیع ذخیرے پر وہ حاوی ہو۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ نصابات میں بطور مضمون ادب و انشاء کو از ابتدا تا انتہا خاصی اہمیت دی جائے اور اس

کے علاوہ تمدنی، معاشرتی اور علم کا ذریعہ تدریس وامتحان آخر تک اردو ہی ہو۔

اگر زبان نہ ہو تو علوم کا یا قومی مقاصد کا طیارہ پرواز کر ہی نہیں سکتا

آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں نے ذریعہ تعلیم کے ذکر میں سائنسی علوم کا تذکرہ نہیں کیا جس کا سبب یہ ہے کہ یہ ابھی اختلافی مسئلہ ہے۔ البتہ زراعت، کامرس، بزنس کمرشل اور بالی تکنیکی علوم کے نصابات اردو میں پڑھائے جائیں تو مفید رہے گا۔

آپ جانتے ہیں دنیا میں ہر نصاب کا ایک رخ ہوتا ہے جو طلبہ کو قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے تیار کرتا ہے اس تیاری کا وسیلہ وہ زبان ہوتی ہے جس میں طالب علم پڑھتا ہے اگر زبان نہ ہو تو علوم کا یا قومی مقاصد کا طیارہ پرواز کر ہی نہیں سکتا۔

دو علمی اور دو ذہنی

برصغیر میں انگریزی زبان کو اس کا وسیلہ بنایا گیا۔ چنانچہ نصابات کی شکل میں انگریزی کو غالب رکھا گیا خصوصاً بطورِ ذریعہ تعلیم ٹدل یا ثانوی تک۔ بعد میں انگریزی کا شدید غلبہ رہا اس سے ذہنی دو عملی پیدا ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے طلبہ نہ انگریزی پر قادر ہو سکے اور نہ اردو پر۔ چنانچہ بطور منشی اور اہلکار دفتر میں بھی ان کی مدعا نگاری کمزور اور ان کی عبارتیں پھیسی ہوتی ہیں، انگریزی میں بھی اور اردو میں بھی، کیونکہ ان کی سوچ کے اندر اردو اور انگریزی کی لڑائی ہے۔ میں نے اپنے لڑکپن میں دیکھا ہے کہ ورنیکلر ٹدل بلکہ محض پرائمری پاس استاد جن کی فارسی توانا اور جن کا ذریعہ تعلیم اُردو تھا، اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز ہوتے تھے، اُردو میں جملہ عملی مقاصد و مطالب مکتوب نگاری، رسیدات، وثیقہ جات، دستاویزات اور دیگر موضوعات پر ان کا قلم ماہرانہ چلتا تھا۔ ابھی کل تک کئی پرانے طریقے کے میٹرک پاس

حضرات اپنی کامیاب مدعا نگاری اور عمدہ اظہار و ابلاغ کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں تک پہنچ جاتے تھے، یہ سب ان کے اُس وقت کے نصاب کا نتیجہ تھا جس کے عقب میں فارسی کی دسترس کام کر رہی ہوتی تھی۔ اب موجودہ دوعملی میں وہ نہ تیتر ہیں، نہ بٹیر، وہ صحیح پیرایۂ خطاب تک سے نا آشنا ہیں۔ تا بہ مدعا نگاری چہ رسد۔

اگر میرے بس میں ہو تو انگریزی کے زمانے کی اس دوعملی کے خلاف جو ذہنوں کو سست کرکے، کج مج زبانی کو فروغ دے رہی ہے سخت احتجاج کرکے اس کو بند کرا دوں لیکن لے دے کے میں طاقت نہیں رکھتا۔ انگریز ہم بن نہیں سکے اور اُردو والا ہم بننا نہیں چاہتے۔

کہہ میں یہ رہا تھا کہ انگریزی (اور اب تک پاکستانی) دور میں نصابات کا رُخ اس طرف ہے کہ لوگوں کو انگریزی ہی میں کامل قدرت حاصل ہو۔ لیکن ساتھ ہی میٹرک تک دوعملی بھی ہے اس لیے اچھے ماہر اچھے زبان دان اور اچھے دفتری انشاء پرداز نہ انگریزی میں پیدا ہوتے ہیں نہ اُردو میں۔ میں علی وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ ذریعہ تعلیم ملک بھر میں از ابتدا تا انتہا ایک ہی ہونا چاہیئے۔

لہٰذا استدعا ہے کہ اس دوعملی کو ختم کیا جائے اور ذریعہ صرف ایک ہو۔ اور وہ اُردو ہو جس کے ساتھ فارسی کی استعداد بھی شامل ہو۔ کم از کم یہ تو ہو کہ اُردو مضبوط ہو کیونکہ تراناً اُردو کے بغیر دفتر نہیں چلائے جا سکتے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ صدر ایوب خان مرحوم کے زمانے میں "شریف تعلیمی کمیشن" نے اس طرف توجہ کی۔ اس کمیشن کی سفارشات یہ تھیں۔

(الف) پہلی سے بارہویں جماعت تک (انگریزی کے متوازی) اردو کا مضمون لازمی ہو۔

(ب) جو لوگ لازمی کے علاوہ بھی، اُردو میں مزید مہارت پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اختیاری ایڈوانسڈ (ماہرانہ) مضمون رکھا گیا۔ (یہ نہایت مفید شق تھی)

(ج) غیر ملکیوں یا جو پاکستانی اُردو سے مادر زاد نا آشنا ہیں ان کے لیے آسان اردو

کا نصاب۔

(د) میٹرک تک ذریعہ تعلیم اُردو لازمًا، ایف اے میں اُردو یا انگریزی اختیاراً اور بی اے، ایم اے میں بھی یونیورسٹی کو اختیار۔ صرف اعلیٰ سائنس میں پندرہ برس کی تیاری لازمی کی گئی۔

اس کے بعد سائنس میں بھی اردو (اور بنگلہ) کو لازمی ذریعہ تعلیم ہونا تھا۔ ایف اے لازمی اُردو میں ۲۰۰ نمبر اور آٹھ پیریڈ جس کی وجہ سے اُردو کی تدریس کے لیے خاصا وقت مل جاتا تھا۔

یہ صدر ایوب خان کا اور ان کے تعلیمی کمیشن (جس کے صدر ایس۔ ایم۔ شریف تھے) کا کارنامہ تھا۔ اس کے تحت نصابات کا رُخ اُردو میں ماہرانہ قدرت کی طرف تھا۔ یہ صورتِ حال انگریزی پسند طبقے کو سخت ناگوار تھی، اور وہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے موقعہ کے منتظر تھے۔

سابقہ حکومت کے زمانے میں کچھ تبدیلی نہ ہوئی لیکن اسکول قومیا لیے گئے لیکن انگریزی ذریعہ تعلیم کے اسکول نہ قومیائے گئے تاہم نئے اسکول کھولنے پر پابندیاں تھیں لیکن اب پبلک کو تعلیم میں شریک رکھنے کے نیک ارادے کے تحت نجی اسکول کھولنے کی عام اجازت ہے۔ تاہم جس کے تحت نجی اسکولوں کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے، یہ تعلیم میں پبلک کی شرکت کے اچھے ارادے سے ہوا مگر اس سے انگریزی سکولوں کو بے جا فروغ ہوا۔

حال ہی میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ ایف اے کے لیے ایک ایسی نصابی اسکیم وضع کی گئی ہے جس میں ایف اے میں لازمی اردو کے نمبر ۲۰۰ کے بجائے بظاہر ۱۰۰ (مگر عملاً ساٹھ کے قریب قریب) ہیں۔ اور ایڈوانسڈ اُردو کو دس پندرہ آسان تر متبادلات کے ساتھ (جن میں انگریزی بھی موجود ہے) رکھ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اُردو کا مضمون قریب قریب بے جان ہو کر رہ گیا ہے۔ اور بی اے میں انگریزی کا غلبہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا ہے۔

ان حالات میں اُردو کو اگر کسی وقت جزواً بھی دفتری زبان بنا دیا جائے گا تو وہ بے اثر اور ناکام ہی رہے گی۔ حالانکہ اردو کو زیادہ مضبوط اور توانا بنانے کی ضرورت تھی۔ یہ تو عالی جناب گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے مجلس زبان دفتری پنجاب کے ذریعے اُردو کو سہارا دے کر چلا دیا ہے اور مستقبل اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال مسئلہ نصابات کا ہے۔ جو دفتری زبان کے لیے موثر ہوں۔ اس غرض کے لیے درج ذیل سفارشات پیش ہیں:

۱۔ شریف تعلیمی کمیشن کی سفارشات کے مطابق اردو کے اے ۱۱ تک ان استثناؤں کے ساتھ جو رپورٹ میں مذکور ہیں) نمبروں اور مقدار وقت کے لحاظ سے اتنا ہی پورا اور مکمل مضمون بنایا جائے۔ علاقائی زبانوں کے متعلق جو حل شریف کمیشن نے پیش کیا تھا وہ بھی جاری رہے۔

۲۔ میٹرک اور ایف اے میں ایڈوانسڈ میں دفتری مطالب میں کام آنے والا ایک پرچہ رکھا جائے۔

۳۔ بی اے میں انگریزی کی طرح اُردو کو بھی لازمی رکھا جائے مگر لازمی حیثیت سے یہ دونوں فنکشنل ہوں۔ اور ایڈوانسڈ اُردو کا مضمون قائم رہے۔

۴۔ فنکشنل لینے والے کے لیے ایڈوانسڈ لینے کی کوئی ممانعت نہ ہو۔

۵۔ تازہ ترین انٹرمیڈیٹ نصابی اسکیم ۱۹۸۱ء میں مندرجہ بالا تجاویز کے مطابق ترمیم کی جائے اور سائنس ریاضی گروپ الگ بنا کر اس کے لیے کچھ اور طرح کی اسکیم تیار کی جائے۔ جس میں انگریزی اور اُردو دونوں لازمی ہوں۔

۶۔ سارے ملک میں تعلیم کا صرف ایک ہی ذریعہ تعلیم ہو اور وہ اُردو ہو۔

۷۔ زبانوں کے گروپ میں مسلمانوں کی تہذیبی زبانوں (عربی، فارسی) کو نیز اُردو کے مضمون کو دوسری زبانوں سے الگ اور ممتاز جگہ دی جائے تاکہ طلبہ انہیں اختیاری

کر سکیں۔ مغربی زبانوں کو (OPTIONAL) رکھا جائے جن میں پاس ہونا ضروری نہ ہو۔ مگر نمبر ڈویژن میں شامل کیے جائیں۔

۸۔ مقابلے کے امتحانوں میں اُردو لازمی کے علاوہ ایک مشترک کورس (JOINT COURSE) بھی رکھا جائے جس میں پاکستان کی کم از کم دو صوبائی زبانوں کو مشترک طور پر لازمی رکھا جائے۔

۹۔ مقابلے کے امتحانوں کا ذریعہ امتحان اور ذریعہ مشافہہ (INTERVIEW) اُردو ہو۔

۱۰۔ پیشہ ورانہ یونیورسٹیوں میں اُردو کو ذریعہ تعلیم و امتحان بنایا جائے (جن میں پہلے پانچ برس انگریزی یا اُردو میں انتخاب کا اختیار دیا جائے) لیکن پیشہ ورانہ یونیورسٹیوں میں انگریزی کا ۱۰۰ نمبر کا مضمون لازمی ہو۔ (دس سال تک ڈگری مقالہ انگریزی یا اُردو کسی بھی زبان میں رکھا جا سکتا ہے۔)

پمفلٹ نمبر ۱۶